© rasailojaraid.com

شکیل عثمانی

اقبال اور قادیانیت

اقبال شکنی کی روایت خاصی قدیم ہے۔صرف دہلی اور لکھنؤ کی اردو مستند سمجھنے والوں، غالی وحدت، الوجودیوں اور نام نہاد روشن خیالوں کے علاوہ بائیں بازو کے دانشور بھی اس روایت کے علمبردار رہے ہیں۔قادیانیوں کو اس ضمن میں پانچویں سوار کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبال اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں قادیانیت سے اختلاف کا اظہار کرتے رہے لیکن متعدد وجوہ کی بنا پر جو ایک مفصل اور مبسوط تحریر کی متقاضی ہیں' انہیں بہ امعان نظر قادیانیت کے مطالعے کا موقع نہیں مل سکا اور وہ اس بھرپور رائے کا اظہار نہیں کرسکے جو انہوں نے ۱۹۳۵ء میں کی کہ حکومت قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ الگ جماعت تسلیم کرے۔اس ضمن میں ان کے نقطۂ نظر کا نقطہ عروج ان کا وہ تاریخی جملہ ہے کہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔اقبال کا بنیادی استدلال یہ تھا کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔انہوں نے اپنے بیان میں کہا:

> ''ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار مذاہب بستے ہیں۔اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت زیادہ گہرا ہے کیونکہ ان مذاہب کی بنا پر کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک نسلی۔اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور چونکہ اس کی بنیاد صرف دینی ہے۔اس لیے وہ سراپا روحانیت ہے اور خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی ہے۔اسی لیے مسلمان ان تحریکوں کے معاملے میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لیے تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بناءنئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لیے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لیے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔'' (''حرفِ اقبال'' ص ۱۰۳)

اقبال کے اس بیان کا شائع ہونا تھا کہ قادیانی حلقوں میں زلزلہ آ گیا۔دلائل کے علمی اسلوب بیان اور خود اقبال کی اپنی شخصیت کے سبب تعلیم یافتہ طبقے پر اس کے گہرے اثرات ہوئے۔پنڈت جواہر لال نہرو نے ماڈرن ریویو کلکتہ میں اقبال کے نقطۂ نظر پر اعتراضات کئے جن کا اقبال نے اپنے مضمون میں بھرپور جواب دیا جو اسلام اور احمدیت کے عنوان سے شائع ہوا۔جماعتِ احمدیہ قادیان کے امام مرزا بشیرالدین محمود، جماعت احمدیہ لاہور کے امیر محمد علی لاہوری اور قادیانی جرائد نے تلخ ردّعمل کا اظہار کیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اقبال کو بوجوہ قادیانی تحریک کا بہ امعان نظر جائزہ لینے کا موقع نہیں مل سکا۔اس کا اظہار اس خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے ۱۳رنومبر ۱۹۱۵ء کو ہفت روزہ ''پیغام صلح'' کے ایڈیٹر کو لکھا۔اس خط میں انہوں نے اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس خط کو بھی درج کر دیا ہے جوانہوں نے اس سلسلے میں اپنے دوست سید احمد بشیر احمد کے نام لکھا تھا۔اقبال لکھتے ہیں:

''انعام اللہ شاہ سیالکوٹی نے مجھ سے یہ منسوب کیا ہے کہ میں نے کسی محفل میں کہا کہ عقائد کے لحاظ سے (جماعت احمدیہ) قادیان والے سچے ہیں لیکن مجھے ہمدردی (جماعت احمدیہ) لاہور والوں سے ہے اختلاف سلسلہ احمدیہ کے متعلق وہی رائے دے سکتا ہے جو مرزا (غلام احمد قادیانی) صاحب کی تصانیف سے پوری طرح آگاہی رکھتا ہو یہ آگاہی مجھے حاصل نہیں۔'' (کلیات مکاتیب اقبال، جلد اوّل ص ۴۳۱ مرتبہ مظفر حسین برنی)

اس کے علاوہ ۱۱/اپریل ۱۹۱۶ء کے ''الفضل'' میں اقبال کے ایک مضمون کا اقتباس اس طرح شائع ہوا۔

''ملعات میں ڈاکٹر محمد اقبال صاحب پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لاء کا ایک مضمون چھپا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہے جس کا انکار مستلزم کفر ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر قادیانی جماعت کا یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے''

(قادیانی مذہب، از الیاس برنی ص ۶۱ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کا ایڈیشن)

اس اقتباس میں لفظ ''اگر'' قابل غور ہے اس اقتباس کے مطابق اُس وقت اقبال کے سامنے ایسے واضح شواہد نہیں تھے کہ قادیانی نبی کریم ﷺ کے بعد کسی ایسے نبی کی آمد کے قائل ہیں جس کا انکار مستلزم کفر ہے۔

دراصل اقبال کو جب ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء کے دوران مرزا بشیر الدین محمود کے ساتھ آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں کام کرنے کا اتفاق ہوا تو انہیں اس امر کے مشاہدے کا موقع ملا کہ مسئلہ چاہے اجتماعی اور قومی کیوں نہ ہو' قادیانی صرف اپنے امام کی اطاعت کے پابند ہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہو کہ قادیانی کشمیر کمیٹی کے پردے میں قادیانیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔اسی لیے وہ ۱۹۳۳ء کے وسط میں کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہو گئے۔اسی دوران ۱۹۳۳ء میں پروفیسر الیاس برنی کی کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' شائع ہوئی اور کثیر تعداد میں ملک کے اہل علم کو بھیجی گئی۔ یہی وہ کتاب ہے جس سے اقبال قادیانیوں کے عقائد سے مکمل طور پر واقف ہوئے۔انہوں نے اس کے دوسرے ایڈیشن پر (جو جلد ہی شائع ہوا) یہ رائے دی کہ یہ کتاب ملک میں وسیع پیمانے پر شائع ہونے کے قابل ہے (افسوس کہ اقبال کی یہ رائے ان کی تحریروں یا خطوط کے کسی مجموعے میں شامل نہیں۔ میں نے اسے الیاس برنی کی کتاب قادیانی مذہب کی تمہید چہارم سے نقل کیا ہے) بہر حال اقبال کے اس کتاب کے مطالعے کا سال ۱۹۳۴ء متعین کیا جا سکتا ہے۔اس کے قرائن موجود ہیں کہ اسی سال اقبالؒ نے براہِ راست مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔انہوں نے اپنے تحقیقی مطالعے کا اظہار مئی ۱۹۳۵ء کے اس تاریخی بیان کی صورت میں کیا کہ حکومت قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کرے۔

حال ہی میں بعض اہل علم نے یہ رائے ظاہر کی کہ سوائے کشمیر کمیٹی کے دور کے اقبالؒ کے قادیانیوں سے کسی قسم کے روابط نہیں رہے۔ان اہل علم کی رائے محل نظر ہے۔ڈاکٹر جاوید اقبال کی لکھی ہوئی اقبال کی پہلی سوانح عمری ''زندہ رود''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال کے خطوط اور دیگر خارجی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے قادیانیوں سے علمی اور معاشرتی روابط تھے (جیسا کہ اس دور کے بعض دیگر مسلم مشاہیر کے قادیانیوں سے تھے) اس کا سب سے واضح ثبوت اقبال کا وہ بیان ہے جو انہوں نے اپنے علی گڑھ کے خطبے ''ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر'' میں مندرج قادیانی جماعت کے بارے میں اپنی رائے کی وضاحت میں دیا تھا۔ اقبال کہتے ہیں:

> ''میں ذاتی طور پر (احمدی) تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا۔ جب ایک نئی نبوت بانیٔ اسلام (ﷺ) سے بالاتر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا الفاظ کہتے سنا۔''
>
> (''حرفِ اقبال'' ص ۱۱۲)

اگر علامہ کے قادیانیوں سے معاشرتی مراسم نہ ہوتے تو وہ کس طرح ایک قادیانی کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہتے سن سکتے تھے۔ رہی یہ بات کہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی، نبی کریم ﷺ سے بالاتر نبوت کے مدعی تھے اور ان کے غالی متبعین بھی ان کو ایسا سمجھتے تھے کوئی راز نہیں ہے۔ ایک قادیانی شاعر قاضی ظہور الدین اکمل کی نظم ۲۵ راکتوبر ۱۹۰۶ء کے اخبار ''بدر'' میں شائع ہوئی، جس کے دو شعر یہ ہیں:

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

یہ اشعار شاعر نے خود مرزا غلام احمد قادیانی کو متعدد قادیانیوں کی موجودگی میں پڑھ کر سنائے۔ مرزا صاحب نے سن کر جزاک اللہ کہا اور خوشخط لکھی ہوئی اس نظم کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ ۱۹۴۴ء میں اس نظم کے ایک شعر پر بعض لوگوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے قاضی اکمل نے ''الفضل'' میں لکھا:

> ''وہ اس نظم کا ایک حصہ ہے جو حضرت مسیح موعود کے حضور میں پڑھی گئی اور خوشخط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ اس وقت کسی نے اس شعر پر اعتراض نہ کیا حالانکہ مولوی محمد علی (امیر جماعتِ احمدیہ لاہور) اور ان کے رفقاء موجود تھے اور جہاں تک حافظہ مدد کرتا ہے باوثوق کہا جا سکتا ہے کہ وہ سن رہے تھے۔ اگر وہ باوجود مرورِ زمانہ انکار کر دیں تو یہ نظم ''بدر'' میں شائع ہوئی۔ اس وقت ''بدر'' کی پوزیشن وہی تھی بلکہ کچھ بڑھ کر جو اس عہد میں ''الفضل'' کی ہے۔ مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر ''بدر'' سے ان لوگوں کے محبانہ اور بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ وہ خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لیں اور خود کہہ دیں کہ آیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ناراضی یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور حضرت مسیح موعود کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاک اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا تھا کہ اس پر اعتراض کرکے اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کمزوری ایمان اور قلت عرفان کا ثبوت دیتا۔‘‘(’’الفضل ۲۲؍اگست ۱۹۴۴ء)

قاضی اکمل مزید لکھتے ہیں:’’یہ شعر خطبہ الہامیہ پڑھ کر حضرت مسیح موعود کے زمانے میں کہا گیا اور ان کو سنا بھی دیا گیا اور چھاپا بھی گیا۔‘‘(’’الفضل‘‘ ۲۲؍اگست ۱۹۴۴ء)

ہوسکتا ہے کہ عام قارئین مرزا غلام احمد قادیانی کے خطبہ الہامیہ سے واقف نہ ہوں۔اس لیے مطبوعہ خطبے کا متعلقہ حصہ درج کیا جاتا ہے۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

’’اور جان لو کہ ہمارے نبی ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار مبعوث ہوئے۔ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار سال کے آخر میں مبعوث ہوئے۔‘‘

مرزا صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ بعثتِ ثانیہ بعثتِ اولیٰ سے کہیں زیادہ طاقتور،کامل اور روشن ہے:

’’بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار سال کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت اُن سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور راشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔‘‘

(’’روحانی خزائن‘‘ جلد ۱۶۔ص ۲۷۰،۲۷۱،۲۷۲)

اقبال نے اپنے بیان میں کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک نئی نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔اس بیان کے سلسلے میں مرزا صاحب کے دعوے اور قادیانی رہنماؤں کے بیانات پیش کئے جاتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے انتقال سے تین دن پہلے ۲۳؍مئی ۱۹۰۸ء کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے کہا:

’’میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کردوں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔‘‘(’’اخبار عام‘‘ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء۔مباحثہ راولپنڈی ص ۱۳۶)

مرزا صاحب کہتے ہیں:’’خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا‘ وہ مسلمان نہیں ہے۔‘‘(’’تذکرہ مجموعہ الہامات۔ص ۶۰۰)

مرزا صاحب مزید کہتے ہیں:

’’کفر دو قسم پر ہے (اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا (دوم) دوسرے یہ کفر مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کو کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔پس اس لیے وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔‘‘(’’حقیقت الوحی‘‘ص ۱۷۹)

مرزا غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی نہیں سنا ہو' کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' ('' آئینہ صداقت'' ص ۳۵)

مرزا صاحب کے منجھلے بیٹے اور جماعت احمدیہ قادیان کے ترجمان مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:

'' اگر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا اور یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ('' کلمۃ الفصل'' ص ۱۱۰)

جماعتِ احمدیہ لاہور کے امیر محمد علی لاہوری صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں نبی کہتے اور لکھتے رہے۔ ۱۹۱۴ء میں مرزا صاحب کے پہلے خلیفہ حکیم نور الدین کے انتقال پر جب جماعت کی قیادت انہیں نہیں ملی بلکہ مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود کو مل گئی تو وہ لاہور چلے آئے اور اپنی جماعت قائم کر لی۔ اب انہوں نے ایک مصنوعی پوزیشن اختیار کی اور کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تھے اور ان کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ لیکن محمد علی لاہوری صاحب کو ۱۹۱۴ء سے پہلے کی تحریریں دوسری کہانی سناتی ہیں۔ اس سلسلے میں صرف دو حوالے پیش کر دینا کافی ہیں۔

محمد علی لاہوری صاحب نے ۱۳ رمئی ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک بیان دیا جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب کرے وہ کذاب ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو اگر مرزا صاحب نے کذاب لکھا تو ٹھیک کیا۔ اس بیان میں وہ کہتے ہیں:

'' مکذبِ مدعیٔ نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعیٔ نبوت ہے۔ اس کے مرید اس کو دعوے میں سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔''

(خلیفہ شہادت بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور ۱۳ رمئی ۱۹۰۴ء از ماہنامہ فرقان قادیان جنوری ۱۹۴۲ء)

محمد علی لاہوری صاحب خاصے عرصے تک مشہور قادیانی رسالے ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر رہے۔ انہوں نے اس رسالے میں متعدد مضامین لکھے جن میں مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے۔ ان مضامین میں اس طرح کا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ وہ یہ الفاظ بطور استعارہ یا مجازی معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ چونکہ گورداسپور کی عدالت میں محمد علی لاہوری صاحب کا وہ بیان حلفی درج کیا جا چکا ہے۔ جس میں انہوں نے مرزا صاحب کو نبی کہا۔ اس لیے ریویو آف ریلیجنز کے مضامین کے اقتباسات دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال ریویو آف ریلیجنز میں ان کے ایک مضمون کا یہ جملہ معنی خیز ہے:

'' تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔'' (ریویو آف ریلیجنز جلد ۵، ص ۱۶۳)

محمد علی لاہوری صاحب کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح عیسائیت اور یہودیت الگ الگ مذہبی اکائیاں ہیں۔ اسی طرح احمدیت اور اسلام بھی الگ الگ مذہبی اکائیاں ہیں۔

مرزا صاحب کے دعاوی اور قادیانی رہنماؤں کے بیانات اقبال کے قادیانیت کے بارے میں ۱۹۳۵ء کے بیان کی صحت کو ثابت کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com